

اخلاقی اقدار اور امت مسلمہ

(سیرت النبی ﷺ کے تناظر میں)

*ڈاکٹر اشتیاق احمد گوئل

آج دنیا کو جس بحران کا سامنا ہے وہ معاشری یا سیاسی نہیں، تہذیبی بحران ہے۔ اگرچہ تہذیبی کشمکش تاریخ انسانی کا مستقل مسئلہ رہا ہے۔ اور اس مسئلے کی اصلاح کے لیے مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق اللہ اپنے نبی اور رسول بھیجا رہا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿اللّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمُلْكَةِ رَسُولاً وَمِنَ النَّاسِ أَنَّ اللّهَ سَمِيعٌ بِصَوْرِهِ﴾ (۱) حضور اکرم ﷺ کی آمد کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہو گیا تو اس بحران اور کشمکش میں حضور ﷺ کی امت راہنمائی کے منصب پر فائز ہوئی۔

﴿كَتَمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اخْرَجَتْ لِلنَّاسِ...الخ﴾ (۲)

اخراجت للناس کا اعزاز دلالت کر رہا ہے کہ اس امت کی ذمہ داری ایک نسل، ایک ملک یا ایک علاقہ نہیں بلکہ پوری انسانیت ہے گویا کہ؛ ”لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا“

چنانچہ قیادت اور راہنمائی کے منصب پر فائز اس امت کو توحید کا پرچم سر بلند کرنا ہے تاہم یہ قابل ذکر امر ہے کہ توحید کے پرچم کی سر بلندی سے بھی پہلے عقیدہ رسالت کا اقرار اور یقین لازم ہے کیونکہ توحید وہی قابل قبول ہے جس پر رسالت کی تقدیم ہو۔

﴿وَمَا تَكُمُ الرَّسُولُ فَخَذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَاتَّهُو اَوْ اتَّقُوا اللَّهُ اَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ (۳)

اس تناظر میں حضور اکرم ﷺ کے اسوہ کامل کوامت کے لیے راہنمایا گیا۔

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أَسْوَةٌ حَسَنَهُ لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكْرَ اللَّهِ كَثِيرًا﴾ (۴)

کیا یہ اسوہ کامل محض ایک انفرادی زندگی ہے جس کے گرد نور اور نقدس کا ایک ہالہ ہو یا اس امت کی عملی راہنمائی کے لیے کچھ سرمایہ حیات بھی اس زندگی سے مل سکتا ہے جس کو حرزِ جاں بنا کر امت فی الواقع تہذیبی غلبہ بھی حاصل کرے اور انسانیت کی رہبری بھی کرے؟ جناب نعم صدیقی کے الفاظ میں وہ مقدس زندگی مجرداً ایک فرد کی سوانح نہیں ہے بلکہ وہ عظیم ترین تہذیبی تحریک کی آئینہ دار ہے۔ اسی کے واسطے سے ہم قرآن کا ترجمہ عمل کی زبان میں پڑھ سکتے ہیں۔

* اسٹاٹ پروفیسر، شیخ زاید اسلامک سینٹر، جامعہ پنجاب، لاہور

بلاشہ یہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کے الفاظ ”کان خلقہ القرآن“ کی وضاحت ہے۔ ایمان بالرسالت کی وضاحت کرتے ہوئے سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ امت کی ذمہ داری بیان کرتے ہیں۔

”اس علم کے بعد دوسرا علم آپ کو کلمہ سے یہ حاصل ہوتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے رسول ہیں۔ یہ بات جب آپ کو معلوم ہو گئی تو اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی آپ کو خود بخوب معلوم ہو گئی کہ اللہ کے رسول نے دنیا کی کچھیں میں کاموں اور زہریلے پھلوں کی بجائے پھلوں کا باعث لگانا جس طرح سکھایا ہے اسی طرح آپ کو باعث لگانا چاہیے۔“ (۵)

حضور اکرم ﷺ دنیا کی حقیقت کو بے نقاب کرنے اور آخرت کی حقیقی منزل کی طرف متوجہ کرنے کے لیے تشریف لائے۔ تریٹھ برس پر محیط آپ کی زندگی شہادت دے رہی ہے کہ ایک طرف تو آپ نے اس دنیا کو دھوکہ اور متاع غرور قرار دیا مگر دوسری طرف اسی کو ترک کرنے کی بجائے اسی مہلتِ عمل کو اپنے حسن عمل اور اخلاقی کریمانہ سے توازن، عدل، مساوات، آزادی، اخلاص، محبت، فاتح عالم اور خدمتِ انسانیت کے پھولوں عطا کیے جس کی گواہی قرآن نے دی ہے۔ ﴿انک لعلی خلق عظیم﴾ (۶)

قرآن مجید کی اس عظیم الشان شہادت سے پہلے آپ کی شریک حیات ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ الکبریٰ نے پہلی وجہ کے نزول کے فوراً بعد جن الفاظ میں آپ کو تسلی دی ہے وہ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کا بنیادی جوہ قرار پاتے ہیں۔ حضرت خدیجہ نے فرمایا۔ بخدا آپ کو اللہ رسوانہ کرے گا۔ آپ صدر حجی کرتے ہیں، درمانوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، تھی دستوں کا بندوبست کرتے ہیں، مہمان کی میزبانی کرتے ہیں اور حق کے مصائب پر اعانت کرتے ہیں۔ (۷) اللہ تعالیٰ نے آپ کو انسانیت کا نجات دہندا اور محسن بنا کر مجموعت کیا چنانچہ آپ کی حیات مبارکہ سے عقیدہ، عبادات، معاملات، تبلیغ، چہادتی کہ زندگی کے ہر شعبے میں راہنمائی ملتی ہے مگر آپ کی حیات مبارکہ کے ستر فیصد (70%) سے زائد بررسوں میں آپ نے نہ تو عقیدے کا اظہار کیا نہ عبادت کی دعوت دی، نہ تبلیغ کی اور نہ ہی قرآن کی اشاعت کی، نہ چہاد کیا اور نہ ہی اپنی رسالت کا اعلان کیا تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ نبی آخر الزماں کی حیات مبارکہ کا دو تھائی سے بھی زائد سرمایہ کہاں خرچ ہوا۔ اسی سلسلے میں دوسرا سوال یہ پیدا ہو سکتا ہے کہ حضورؐ سے بڑھ کر کوئی کارنامہ کسی نے سرانجام نہیں دیا تو کیا آپ نے عقیدے کے اظہار اور اعلان سے پہلے انسانی و مالی وسائل جمع کیے۔ ان دونوں سوالوں کا جواب سیرت سے حاصل کیا جائے تو اللہ کی شان بے نیازی عجیب انداز میں سامنے آتی ہے۔ آپ کی زندگی کے پہلے سال کی چند جملیاں درج ذیل شہادت دے رہی ہیں۔

☆ آپ کی پیدائش سے قبل آپ کے والد وفات پا گئے تھے۔

☆ ۶ سال کی عمر میں والدہ ماجدہ حضرت آمنہ انتقال فرم گئیں۔

☆ آپ کے دادا اور سردارِ مکہ عبدالمطلب نے یتیم پوتے کے سر پر محبت و شفقت کا ہاتھ رکھا تو شانِ حمدیت کا اظہار کرتے ہوئے ربِ ذوالجلال نے عبدالمطلب کو بھی اپنے پاس بلا لیا جب کہ آپ کی عمر مبارک صرف ۸ سال تھی۔

☆ دادا کے بعد آپ کی پرورش کی ذمہ داری چچا ابوطالب نے اٹھائی۔ اسی صحن میں سید مناظر احسن گیلانی نے اپنی کتاب ”النبی الخاتم“ میں لکھا ہے کہ ”ابو طالب غریب تھے، حضور ﷺ نے ان کی مالی اعانت کے لیے مکہ والوں کی سبکریاں چڑائیں۔“ (۸)

☆ نوجوانی میں حضور ﷺ نے عملی زندگی کا آغاز تجارت کے پیشے سے کیا بلاشبہ اس سے تجارت کو دیگر پیشوں پر فضیلت حاصل ہو گئی۔ مگر مالی وسائل کتنے تھے مال تو مکہ کی حیا دار تاجرہ حضرت خدیجہؓ کا تھا جبکہ محنت حضور ﷺ کی۔ (۹)

☆ آپ کی حیات طیبہ کے قبل از نبوت ۴۰ سال گواہ ہیں کہ نہ تو حضور ﷺ کا کوئی حقیقی بھائی تھا، نہ ہی حقیقی بہن۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک طرف اپنے رسول رحمت کو ایک عظیم الشان وستور حیات اور تہذیبی انقلاب کی طرف بڑھا رہا تھا، تو دوسری طرف انسانی وسائل و مالی وسائل سے محروم ہی کرتا چلا جا رہا تھا۔ حتیٰ کہ جب آپ کی عمر مبارک ۳۵ برس سے زائد ہوئی تو سماج سے بھی دوری پیدا ہوتی چلی گئی، غارہ را مکہ کی تمدنی زندگی سے ذرا فاصلے پر آپ کی خلوت کے نور سے جگمگانے لگی۔ (۱۰)

زمانہ قبل از نبوت کے چالیس سالوں کے اس مختصر جائزے سے پتہ چلتا ہے کہ حضور ﷺ کا کل سرمایہ اور وسائل آپ کا اخلاقی کریمانہ تھا۔ جس کی گواہی حضرت خدیجہؓ نے پہلی وجہ کے عظیم الشان واقعہ کی تصدیق کرتے ہوئے دی تھی، جس سرمایہ سے آپ رحمة للعالمین قرار پاتے ہیں۔ اسی سرمایہ سے آپ نے انسانیت کو عزت اور شرف کی راہ پر گامزن کیا۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری کے الفاظ میں ”ہاں رحمة العالمین وہی ہے جو یہودیوں کی طرح نذر و قبولیت کے واسطے نبی لاوی کا واسطہ ضروری نہیں ٹھہرا تا۔ جو کا تھلوں کی طرح آسمان کی سنجیان شخص واحد کے ہاتھ میں پر نہیں کرتا۔ جو روح کو سرگ یا زگ میں دھکیل دینے کی طاقت صرف برہمنوں ہی کو عطا نہیں کرتا۔ جو خاص رقبہ کے باشندوں کو آسمانی بادشاہت کے فرزند نہیں ٹھہرا تا۔ جو نسل واحد کے افراد ہی کو خدا کی برگزیدہ قوم نہیں قرار دیتا۔ جو یہودیوں، عیسائیوں، زردشتیوں، برہمنوں، جینیوں اور لاماوں کی طرح اپنے سوابقی سب پر رحمت و افضال کے بھرپور خزانے بنند نہیں کرتا۔“

ہاں رحمة العالمین وہی ہے جو بندہ کی حضوری تک لے جاتا اور اسے ”ادعونی استحب لكم“ کی تدبی آواز سے آشنا بناتا ہے اور خدا بندہ کے درمیان کسی تیسرے کے لیے کوئی رخنہ باقی نہیں چھوڑتا۔ (۱۱)

حضور ﷺ کی اعلیٰ وارفع زندگی کا اوپرین اور بنیادی سرمایہ آپ کا اخلاق کریمانہ ہے جس کے نور کی ہر کرن تمام

انسانیت کے دھنوں کا مدارا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے اسوہ کامل میں اخلاقی اقدار اور سرمایہ سے زندگی کے آخری لمحے تک فیض یاب ہونے والے مسلمان بھی ہیں اور غیر مسلم بھی۔ آپ نے جس عقیدے کا اظہار کیا۔ اس کی طرف دعوت دینے یا اس کا اظہار کرنے سے پہلے آپ نے اپنے اخلاقی کریمانہ کے سرمایہ کو مخاطبین کے سامنے پیش کر کے تبلیغ اور دعوت و ارشاد کا زریں اصول بھی عطا کیا اور قوموں کے انقلاب کی داستان میں اخلاق کی اہمیت کو بھی واضح کیا۔ قرآن نے ﴿فاصدِ ع بما تو مروا عرض عن المشرکین﴾ (۱۲) کی ذمہ داری ڈالی۔ آپ کوہ صفا پر اعلانیہ دعوت اسلام کے فریضے کی ادائیگی کے لیے مکہ کے عوام کے سامنے کھڑے ہوئے تو وہ کلمہ جو ساری کائنات سے وزنی ہے، (۱۳) پیش کرنے سے قبل آپ نے بلند آواز سے پوچھا اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے سے ایک حملہ آور فوج چلی آ رہی ہے تو تم مجھ پر اعتماد کرو گے؟ اس سوال کے جواب میں ہی مکہ والوں نے آپ کے صادق اور امین ہونے کی گواہی دی چنانچہ اس اخلاقی سرمایہ اور ساکھ کی شہادت حاصل کرنے کے بعد آپ نے کلمہ توحید پیش فرمایا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر دین اور نہ ہب میں عقیدہ اہم ہوتا ہے مگر سیرت پاک کا مطالعہ بتاتا ہے کہ عقیدے کو پیش کرنے کے لیے اخلاقی سرمایہ کا ہونا ہی کارنبوٹ کا اصل زادراہ ہے جس سے تھی دامن ہو کر عقیدے کے فروع اور اشاعت کی کاؤشیں بار آور نہیں ہو پاتیں۔

حضور اکرم ﷺ اعلان نبوت سے قبل اپنی اخلاقی ساکھ اور سیرت و کردار کی بنیاد پر مکہ والوں کے لیے نہ صرف ہر دعیریز تھے بلکہ ان کے باہمی تنازعات میں ثالث بھی قرار پائے جیسا کہ تعمیر کعبہ کے موقع پر فساد کا اندریشہ پیدا ہوا تو مکہ والوں نے آپ کو فیصلے کی ذمہ داری سونپی۔ (۱۴)

الہذا یہ بات اظہر من اشتبہ ہے کہ حضور ﷺ اعلان نبوت کے لیے مالی و انسانی وسائل سے بالاتر ہو کرتی تھی اپنی اخلاقی ساکھ کے ساتھ دعوة و ارشاد کے میدان میں اترے اور جب اس شاہراہ پر قدم رکھا تو پھر غارِ حراء کی خلوتوں میں دوبارہ جلوہ گر ہونے کی بجائے مکہ کے جاہلہ معاشرے میں ہی اخلاق و کردار کی شمع جلائی، چنانچہ اسی سے ایک طرف تو یہ امر واضح ہوتا ہے کہ خاتم الانبیاء ﷺ پاکیزہ صفات ہستی نے معاشرتی برائیوں سے نفرت کے رد عمل میں ترک دنیا کا فیصلہ نہیں کیا، جیسا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”لا رهبانیہ فی الاسلام“، (۱۵) تو دوسرا طرف دعوتی جدوجہد کا یہ اصول بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام معاشرتی ربط و تعلق اور اجتماعیت کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں۔

جو مومن لوگوں میں مل جل کر رہتا ہے اور ان کی ایذا رسانی پر صبر کرتا ہے، وہ اس مومن سے زیادہ اجر پائے گا جو لوگوں سے ملتا جلتا نہیں ہے اور ان کی ایذا رسانی پر اسے صبر نہیں کرنا پڑتا۔

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے رب نے مجھے نوباتوں کا حکم دیا ہے،

۱۔ کھلے اور چھپے ہر حال میں اللہ سے ڈروں۔ (۱۶)

آج اگر اہل فکر و نظر عہد حاضر کے بھرائیں کا حل مادی، سیاسی اور جمہوری معیارات اور نظاموں میں تلاش کرتے ہیں تو امت مسلمہ بھی ایک ارب چالیس کروڑ افرادی قوت کے باوجود مجموعی طور پر جمود اور فکری مغالطوں کا شکار ہے۔ منصب قیادت کے حصول کی جدوجہد تو درکنار، اس کی پیاس اور طلب سے بھی محروم بقول شاعر

ما نگتے پھرتے ہیں ان غیار سے مٹی کے چراغ

اپنے خورشید پر پھیلادیے سائے ہم نے

کچھ لوگ اگر اسلام پسند قرار پا بھی رہے ہیں تو وہ اپنوں میں ہی انجھی ہیں، حالانکہ نقش پائے مصطفیٰ سے ملنے والا جو ہر اخلاق صرف امتِ محمد کریم ﷺ کو ہی نہیں پوری انسانیت کو فلاح سے ہمکنار کر سکتا ہے۔ جس کے امین اور ترجمان مسلمان ہیں۔ چنانچہ عقیدہ، عبادات بے حد اہم ہیں، اخلاق کریمانہ کے سرمایہ کو یقین کی دولت کے ساتھ ترجیح بنانے کی ضرورت ہے۔ معروف مصری سکالر محمد قطب کے خیال میں:

”اسلام نے جو تربیت کا مثالی نمونہ مقرر کیا وہ خیالی، تصوراتی اور غیر حقیقی نہیں تھا، بلکہ اسلام کا نمونہ مثالی بالکل حقیقی اور واقعی تھا اور اسلام کے نظام تربیت نے اپنی تاریخ کے ہر دور میں اس کے بے شمار شواہد پیش کیے۔ اس لیے کہ اسلام انسان کی قدرت اور قوت کے مطابق اس سے مخاطب ہوتا ہے اور جس قدر اللہ سبحانہ تعالیٰ نے انسان کو قدر تین اور صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں، انہی کے مطابق اس کی رفتعت اور ارتقاء کے مراحل معین کیے ہیں۔“ (۱۷)

حضور اکرم ﷺ نے اپنی اخلاقی ساکھ اور روشن سیرت کے ساتھ جزیرہ العرب سے جس انقلاب کا آغاز کیا، وہ آج کی امت کو حوصلہ دیتا ہے کہ مادی و انسانی وسائل کے ہونے کے باوجود اگر آج زوال کا شکار ہیں تو سیرت مصطفیٰ کریم کے اعلیٰ اخلاق سے غفلت اور بے اعتنائی کا رویہ ترک کر کے ہم آج بھی پست کو بالا کر سکتے ہیں۔ عہد حاضر کی امت، سیرت مصطفیٰ کریم کی تاثیر سے غافل ہے۔ جبکہ اسی عہد کی مستشرق کیرن آرم سٹرائلگ تجزیہ کرنے پر مجبور ہے کہ نیامہب اسلام (اطاعت، تسلیم و رضا) کھلایا اور ایک مسلمان ایسا مرد یا عورت ہوتی تھی جس نے اللہ کے رو برو کامل اطاعت و فرمان برداری اختیار کر لی ہو اور اللہ کے اس مطالبے کو مکمل طور پر تسلیم کر لیا ہو کہ انسانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ عدل و انصاف، برابری اور ہمدردی کے ساتھ پیش آنا چاہیے۔ اس رویے کا اظہار عبادت (صلوٰۃ) کے رکوع و تجدوں میں ہوتا تھا جو مسلمانوں پر دن میں پانچ مرتبہ ادا کرنا فرض تھی۔ پرانی قبائلی اخلاقیات، اجتماعی نویعت کی تھی، عربوں نے بادشاہت کو تسلیم نہیں کیا تھا اور کسی نلام کی طرح زمین پر جھکنا ان کے لیے نفرت کے قابل اور ناپسندیدہ تھا۔ تاہم رکوع و تجدوں کو اس تکبر اور خود پرستی کا قلع قمع کرنے کے لیے وضع کیا گیا تھا جو مکہ میں تیزی سے فروع

پاری تھی۔ نماز نے مسلمانوں کو از سر نو تعلیم دی اور انہیں درس دیا کہ وہ اپنے غرور و تکبر اور خود غرضی کو ترک کر دیں اور اس حقیقت کو یاد رکھیں کہ خدا کے سامنے ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ قرآنی تعلیمات پر پورا اتنے کی غرض سے مسلمانوں پر فرض تھا کہ وہ اپنی آدمی کو ایک با قاعدہ تناسب سے غریبوں کو زکوٰۃ کی صورت میں دیں، وہ خود کو ان غریبوں کی مفلسی و محرومی یاد دلانے کے لیے رمضان کے مہینے میں روزے رکھا کرتے تھے جو اپنی مرضی سے جب چاہیں کھا پی نہیں سکتے تھے۔ (۱۸)

حضور اکرم ﷺ کا عطا کردہ عقیدہ و عبادات انسانی زندگی کی تغیر بلکہ حسن تغیر کی بنیاد بنتا ہے جیسا کہ مطالعہ سیرت سے آپ کی قبل از نبوت زندگی کا اصل سرمایہ تغیر شخصیت ہی ہے جس کی بشارت عیسائی دنیا کے الہامی لڑپر کا حصہ ہے۔ ”وہ امین و صادق کھلاتا ہے اور اس کا ایک نام لکھا ہوا ہے جسے اس کے ماسوا کوئی نہیں جانتا۔ (۱۹)

نتانج بحث:

محضر یہ کہ عالم اسلام میں عقیدہ اور عبادات کے فروغ کے لیے افراد، ادارے اور جماعتیں سرگرم عمل ہیں اور قابل قدر خدمات سر انجام دے رہی ہیں مگر سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں ہماری انفرادی و اجتماعی زندگی کی ساکھ اس حد تک کمزور ہے کہ عالم اسلام اپنی ساکھ کی تائید و تصدیق کے لیے عالم کفر کی تصدیق اور تائید کا مقابض ہے۔ تیسی دنیا میں اس ڈگری کی قدر کی جاتی ہے جو کافرانہ مہر اور تصدیق کی حامل ہے۔ تجارتی دنیا میں عالم اسلام اپنی پیداوار کو بیچنے کے لیے معیار کی تصدیق مغربی اداروں سے کرواتا ہے، مسلمان اداروں میں باہمی اعتماد کی فضا ناپید ہے جبکہ مطالعہ سیرت حضور اکرم ﷺ کی شخصیت کے اخلاقی جوہر کی صورت میں وہ یقین عطا کرتا ہے جس سے امت کے زوال کو عروج سے بدل جاسکتا ہے بشرطیکہ مسلمان نہ صرف تجارت اور دنیوی امور کو اپنی ترجیحات میں لا میں بلکہ حضور اکرم ﷺ کے اخلاقی کریمانہ کا پابند کریں۔

حوالہ جات

- ۱۔ آں عمران، ۳: ۱۱۰، ص
- ۲۔ حشر، ۵۹: ۷
- ۳۔ احزاب، ۳۳: ۲۱
- ۴۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، خطبات، اسلامک پبلی کیشنر، لاہور ۱۹۹۹، ص: ۶۷
- ۵۔ مبارک پوری، مولانا صفی الرحمن، الرحق المختوم، مکتبۃ التلقیٰ، لاہور، ص: ۹۹، ۶۷
- ۶۔ ابن ہشام، سیرت النبی لابن ہشام، مترجم، الفیصل ناشران و تاجر ان کتب اردو بازار لاہور، ۱۹۹۲ء، ۱۸۲ء
- ۷۔ ابن ہشام، سیرت النبی، ۱۸۵
- ۸۔ ایضاً، ۱۸۶
- ۹۔ ایضاً، ۲۱۲
- ۱۰۔ ایضاً، ۲۷۰
- ۱۱۔ منصور پوری، قاضی محمد سلیمان، رحمۃ للعالمین، جلد دوم، شیخ علام علی اینڈ سنز، لاہور۔ ص: ۳۱۰-۳۱۷
- ۱۲۔ الحجر، ۹۲
- ۱۳۔ ابن القیم، زاد المعاد، مترجم، رئیس احمد جعفری ندوی، نشیس اکیدی، اردو بازار کراچی، ۳/۲۸
- ۱۴۔ حسیکل، محمد حسین، سیرت محمد، الفیصل ناشران و تاجر ان کتب، مترجم، محمد مسعود عبدہ، لاہور، ص: ۱۵۵
- ۱۵۔ احمد بن حنبل، مشنڈ احمد بن حنبل، جلد ۲، ۲۲۵۲ء
- ۱۶۔ خطیب، ولی الدین محمد بن عبد اللہ، مشکوٰۃ المصانع، مترجم، عبدالحیم علوی، مکتبہ رحمانی، لاہور۔ س۔ ن، حدیث رقم: ۵۳۵۸، بحوالہ تفسیر القرطبی، ص: ۳۳۶
- ۱۷۔ محمد قطب، (مترجم) ساجد الرحمن صدیقی، اسلام کا نظام تربیت، اسلامک پبلی کیشنر، ۱۹۸۰ء، ص: ۳۸۲
- ۱۸۔ کیرن آرم سٹرائلگ، (مترجم) محمد احسن بٹ، نگارشات لاہور، ۲۰۰۵ء، ص: ۳۱
- ۱۹۔ گیلانی، مناظر احسن، مکافہ یوحناباپ ۱۹-۱۱، بحوالہ النبی خاتم صلی اللہ علیہ وسلم، ص: ۳۰، دارالاشاعت کراچی